8

حقیقی کامیابی رسول کریم ﷺ کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری میں ہے

(فرمودہ 7 مارچ 1941ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"مَیں نے بہت دفعہ جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ مذہب ایک ایسی چیز ہے جو صرف اقرار کے ساتھ ہی مکمل نہیں ہو جاتی بلکہ وہ اپنے ساتھ کئی شرائط رکھتی ہے اور جب تک ان تمام شرائط کو مدنظر نہ رکھا جائے اُس وقت تک مذہب سے پورا فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔

مَیں نے کئی دفعہ مثال دی ہے کہ تم ایک مکان کی تین دیواریں بنا کر محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اگر تین دیواریں بناؤ گے تو چوتھی طرف سے ہوا بھی آئے گی ،دھوپ بھی آئے گی، بارش بھی آئے گی۔ اسی طرح چور بھی آ سکتا ہے اور دشمن بھی اس طرف سے حملہ کر سکتا ہے۔ غرض وہ سب چیزیں جن سے بچنے کے لئے مکان بنایا جاتا ہے اس چوتھی دیوار کے نہ ہونے کی وجہ سے آجائیں گی اور تین دیواریں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گی صحابہ کرامؓ کی ترقی کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اس راز کو سمجھ لیا تھا اور وہ رسول کریم ﷺ کی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی بڑا سمجھتے تھے۔ مگر آجکل لوگوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ بڑی باتوں کو بھی چھوٹا قرار

دے دیں۔ بہت سے لوگ دین کے احکام کو ایک چٹّی خیال کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے بھی بچ جائیں اس سے بھی بچ جائیں۔ مگر صحابہؓ کی یہ حالت ہوا کرتی تھی کہ وہ چاہتے تھے ہم کو یہ بھی مل جائے ہم کو وہ بھی مل جائے، ہم اس حکم کی بھی فرمانبرداری کریں اور ہم اس کی بھی فرمانبرداری کریں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بہت جلد ترقی کر گئے اور بعد میں آنے والے ویسی ترقی حاصل نہ کر سکے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پُرحکمت کلام کی قدر ان کے دلوں میں نہ رہی۔ اگر ان کے دلوں میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی وہی قدر ہوتی جو صحابہؓ کے دلوں میں تھی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ صحابہؓ سے پیچھے رہتے۔ صحابہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے امور پر چلنے کے لئے ایسے مشتاق تھے کہ معلوم ہوتا ہے وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ہماری ساری نجات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری میں ہے۔

حدیثوں میں ایک واقعہ آتا ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ ان میں کس قدر فرمانبرداری کی روح پائی جاتی تھی بظاہر وہ ایک ایسی بات ہے جسے سن کر کوئی انسان کہہ سکتا ہے کہ یہ کیسی بے وقوفی کی بات ہے لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے ان کی ترقی کا راز اسی میں مضمر تھا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جب کوئی حکم سنتے تو اسی وقت اس پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے۔

احادیث میں آتا ہے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کی طرف آ رہے تھے۔ آپ ابھی گلی میں ہی تھے کہ آپ کے کانوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز آئی کہ "بیٹھ جاؤ" معلوم ہوتا ہے ہجوم زیادہ ہو گا اور کچھ لوگ کناروں پر کھڑے ہوں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ "بیٹھ جاؤ" حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جو ابھی مجلس میں نہیں پہنچے تھے اور گلی میں آ رہے تھے۔ جب انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز سنی تو وہ وہیں بیٹھ گئے[1] اور

بیٹھے بیٹھے جیسے بچے چلتے ہیں، گھسٹ گھسٹ کر مسجد میں پہنچے۔ کسی شخص نے جو اس راز کو نہیں سمجھتا تھا کہ اطاعت اور فرمانبرداری کی روح دنیا میں قوموں کو کس طرح کامیاب کیا کرتی ہے جب حضرت عبد اللہ بن مسعود کو اس طرح چلتے دیکھا تو اس نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ کیسی بے وقوفی کی بات ہے۔ رسول کریم ﷺ کا مطلب تو یہ تھا کہ مسجد میں جو لوگ کناروں پر کھڑے ہیں وہ بیٹھ جائیں مگر آپ گلی میں ہی بیٹھ گئے اور گھسٹتے ہوئے مسجد میں آئے۔ آپ کو چاہئے تھا کہ آپ جب مسجد میں پہنچ جاتے تو اس وقت بیٹھتے گلی میں ہی بیٹھ جانے کا کیا فائدہ تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا۔ ہاں یہ ہو تو سکتا تھا لیکن اگر مسجد میں پہنچنے سے پہلے ہی میں مر جاتا تو رسول کریم ﷺ کا یہ حکم میرے عمل میں نہ آتا اور کم سے کم ایک بات ایسی ضرور رہ جاتی جس پر میں نے عمل نہ کیا ہوتا۔ اس لئے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ میں چلتا ہوا آؤں اور پھر مسجد میں آکر بیٹھوں۔ میں نے خیال کیا کہ زندگی کا کیا اعتبار ہے شاید میں مسجد میں پہنچوں یا نہ پہنچوں اس لئے ابھی بیٹھ جانا چاہئے تاکہ اس حکم پر بھی عمل ہو جائے۔

انہی عبد اللہ بن مسعودؓ کا واقعہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ایک دفعہ حج کے ایام میں مکہ مکرمہ میں چار رکعتیں پڑھیں۔ رسول کریم ﷺ جب حج کے لئے تشریف لائے تھے تو آپ نے وہاں دو رکعتیں پڑھیں تھیں کیونکہ مسافر کو دو رکعت نماز پڑھنے کا ہی حکم ہے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں تشریف لائے تو آپ نے بھی دو ہی پڑھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کے لئے تشریف لائے تو انہوں نے بھی دو ہی پڑھی تھیں۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار رکعتیں پڑھا دیں۔ اس پر لوگوں میں ایک شور برپا ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ عثمانؓ نے رسول کریم ﷺ کی سنت کو بدل دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے پاس لوگ آئے اور انہوں نے دریافت کیا کہ آپ نے چار رکعتیں کیوں پڑھی ہیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا بات یہ ہے کہ میں نے ایک اجتہاد کیا ہے اور

وہ یہ کہ اب دور دور کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں اوران میں سے اکثر کو اب اسلامی مسائل اتنے معلوم نہیں جتنے پہلے لوگوں کو معلوم ہوا کرتے تھے۔ اب وہ صرف ہمارے افعال کو دیکھتے ہیں اور جس رنگ میں وہ ہمیں کوئی کام کرتے دیکھتے ہیں اسی رنگ میں خود کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی اسلام کا حکم ہے۔ یہ لوگ چونکہ مدینہ میں بہت کم جاتے ہیں اور انہیں وہاں رہ کر ہماری نمازیں دیکھنے کا موقع نہیں ملتا اس لئے میں نے خیال کیا کہ اب حج کے موقع پر اگر انہوں نے مجھے دو رکعت نماز پڑھاتے دیکھا تو اپنے اپنے علاقوں میں جاتے ہی کہنے لگ جائیں گے کہ خلیفہ کو ہم نے دو رکعت نماز پڑھاتے دیکھا ہے۔ اس لئے اسلام کا اصل حکم یہی ہے کہ دو رکعت نماز پڑھی جائے اورلوگ چونکہ اس بات سے ناواقف ہوں گے کہ یہ دو رکعت نماز سفر کی وجہ سے پڑھی گئی ہے اس لئے اسلام میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اورلوگوں کو ٹھوکر لگے گی۔ پس میں نے مناسب سمجھا کہ چار رکعت نماز پڑھا دوں تاکہ نماز کی چار رکعتیں انہیں بھولیں نہیں۔ باقی رہا یہ کہ میرے لئے چار رکعت پڑھانا جائز کس طرح ہو گیا سو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے یہاں شادی کی ہوئی ہے اور چونکہ بیوی کا وطن بھی اپنا وطن ہی ہوتا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میں مسافر نہیں ہوں اور مجھے پوری نماز پڑھنی چاہیے۔ غرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار رکعت نماز پڑھانے کی یہ وجہ بیان فرمائی اور اس توجیہہ کا مقصد آپ نے یہ بتایا کہ باہر کے لوگوں کو دھوکا نہ لگے اور وہ اسلام کی صحیح تعلیم کو سمجھنے میں ٹھوکر نہ کھائیں۔ ان کی یہ بات بھی بڑی لطیف تھی اورجب صحابہ نے سنی تو اکثر سمجھ گئے اور بعض نہ سمجھے مگر خاموش رہے۔ مگر دوسرے لوگوں نے شور مچا دیا اور کہنا شروع کر دیا کہ حضرت عثمانؓ نے رسول کریم ﷺ کی سنت کے خلاف عمل کیا ہے۔ چنانچہ انہی میں سے کچھ لوگ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس بھی پہنچے اور کہنے لگے آپ نے دیکھا کہ آج کیا ہوا۔ رسول کریم ﷺ کیا کیا کرتے تھے اور عثمانؓ نے آج کیا کیا۔ رسول کریم ﷺ تو حج کے دنوں میں مکہ آکر صرف دو رکعتیں

پڑھایا کرتے تھے مگر حضرت عثمانؓ نے چار رکعتیں پڑھائیں۔ انہوں نے کہا دیکھو ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم فتنہ اٹھائیں کیونکہ خلیفۂ وقت نے کسی حکمت کے ماتحت ہی ایسا کام کیا ہو گا۔ پس تم فتنہ نہ اٹھاؤ۔ میں نے بھی ان کی اقتداء میں چار رکعتیں ہی پڑھی ہیں۔ مگر نماز کے بعد میں نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ لی تھی کہ خدایا تو ان چار رکعتوں میں سے میری وہی دو رکعتیں قبول فرمانا جو رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہم پڑھا کرتے تھے اور باقی دو رکعتوں کو میری نماز نہ سمجھنا۔

یہ کیسا عشق کا رنگ ہے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود میں پایا جاتا تھا کہ انہوں نے چار رکعتیں پڑھ تو لیں مگر انہیں وہ ثواب بھی پسند نہ آیا جو محمد ﷺ کی پڑھی ہوئی دو رکعتوں سے زیادہ تھا اور دعا مانگی کہ الٰہی دو رکعتیں ہی قبول فرمانا چار نہ قبول کرنا۔ اور پھر خلافت کی اطاعت کا بھی اس میں کیسا عمدہ نمونہ پایا جاتا ہے۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ حضرت عثمانؓ نے کس وجہ سے دو کی بجائے چار رکعتیں پڑھائی ہیں۔ حالانکہ یہ وجہ ایسی ہے جسے بہت سے لوگ صحیح قرار دیتے ہیں۔ وہ بیوی کے گھر جاتے ہیں تو اسے سفر نہیں سمجھتے، بیٹے کے گھر جاتے ہیں تو اسے سفر نہیں سمجھتے ماں باپ کے گھر جاتے ہیں تو اسے سفر نہیں سمجھتے۔ پس یہ مسئلہ ٹھیک تھا اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ احتیاط کہ باہر کے لوگوں کو دھوکا نہ لگے اور اسلام میں کوئی رخنہ نہ پڑ جائے ان کے اعلیٰ درجہ کے تقویٰ کا ثبوت ہے۔ مگر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو اس وقت تک اس حکمت کا علم نہیں تھا لیکن انہوں نے یہ نہیں کیا کہ نماز چھوڑ دی ہو بلکہ انہوں نے نماز بھی پڑھ لی اور خلافت کی اطاعت بھی کر لی اور بعد میں خداتعالیٰ کے حضور عرض کر دیا کہ یا اللہ میری دو رکعتیں ہی قبول ہوں چار نہ ہوں۔ یہ کیسی فرمانبرداری اور رسول کریم ﷺ کے قدم بقدم چلنے کی روح تھی جو اُن میں پائی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ باوجود اس بات کے کہ صحابہ بالکل اَن پڑھ تھے (سارے مکہ میں کل سات آدمی پڑھے لکھے تھے) ساری دنیا پر چھا گئے۔ لیکن اب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص بی۔ اے ہوتا ہے،

ایم۔اے ہوتا ہے، مولوی فاضل ہوتا ہے اور وہ سب دنیا کے علوم کو کھنگال ڈالتا ہے مگر قوت عملیہ اس میں بالکل مفقود ہوتی ہے۔اس کی وجہ یہی ہے کہ رسول کریم ﷺ کے عمل کی نقل اور اس کی اتباع کا پورا خیال دل میں نہیں ہوتا۔ مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے صحابہ میں یہ اہتمام انتہا درجہ کا پایا جاتا تھا۔ایک دفعہ لوگ ایک جنازہ لئے جا رہے تھے کہ ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے کہا میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہؤا ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے جنازہ میں شامل ہو تو اسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور ایک قیراط ثواب احد پہاڑ کے برابر ہو گا۔ لیکن اگر جنازہ پڑھنے کے بعد اسے دفن کرنے کے لئے قبر تک جائے تو اسے دو قیراط ثواب حاصل ہوتا ہے۔دوسرے صحابی یہ بات سن کر اس صحابی پر ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ تم نے یہ بات ہمیں پہلے کیوں نہ بتائی۔نہ معلوم ہم اب تک ثواب کے کتنے قیراط ضائع کر چکے ہیں2 تو چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی وہ لوگ رسول کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریق کی نقل کرتے۔آپ کے احکام کی اتباع کرتے اور سمجھتے کہ اسی میں ان کی ترقی اور اسی میں ان کی عزت ہے۔اور درحقیقت یہ ہے بھی صحیح۔ آخر کونسی بات ہے جو رسول کریم ﷺ نے ہمیں بتائی ہو اور اس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ ایک بات بھی کوئی شخص ایسی بتا نہیں سکتا۔

اس کے مقابلہ میں دوسرے مذاہب کی سَو میں سے نوّے باتیں ایسی ہوں گی جن کی حکمت یا تو ان کے مذاہب نے بتائی ہی نہیں یا اس کے اندر کوئی حکمت ہے ہی نہیں۔ مگر رسول کریم ﷺ نے ہمیں جو احکام دیئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ سَو میں سے سَو کی حکمتیں ہی بیان کی جا سکتی ہیں، سَو میں سے سَو کی ہی غرض و غایت بیان کی جا سکتی ہے اور سَو میں سَو کے ہی فوائد بیان کئے جا سکتے ہیں۔

پس کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ جوش پیدا نہ ہو کہ ہم رسول کریم ﷺ کے احکام کی اتباع کریں اور ایک ایک بات جو ہمیں نظر آئے خواہ وہ بظاہر چھوٹی سے چھوٹی ہو اس کو بھی نہ چھوڑیں لیکن افسوس کہ مسلمانوں میں

ادھر توجہ بہت کم ہے صرف فرقۂ اہل حدیث نے اس طرف توجہ کی ہے مگر وہ بھی لفظی طور پر اور انہوں نے بھی قشر کو تو لے لیا مگر مغز کو چھوڑ دیا۔

انہی باتوں میں سے جو رسول کریم ﷺ نے بیان فرمائی ہیں اور جن کو بدقسمتی سے مسلمانوں نے یہ سمجھ کر کہ وہ چھوٹی باتیں ہیں چھوڑ دیا ہے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب مسلمان کسی اجتماع میں شامل ہوں تو انہیں صاف کپڑے پہن کر آنا چاہئے۔ مجلس کی جگہ کو بھی صاف رکھنا چاہئے اور ہو سکے تو عطر لگا کر آنا چاہئے جیسے آج جمعہ کا دن ہے اس دن مسلمانوں کا ہر جگہ اجتماع ہوتا ہے اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ جب وہ جمعہ پڑھنے کے لئے آئیں تو نہا دھو کر آئیں کپڑے صاف پہنیں اور عطر استعمال کریں۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ نے یہ حکم بھی دیا ہے کہ اجتماع کے مواقع پر کوئی بدبو دار چیز کھا کر نہیں آنا چاہئے مثلاً کچا پیاز ہوا یا گندنا وغیرہ ہوا۔ ان کو کھا کر مسجد میں آنے کی رسول کریم ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے۔ اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں جو بدبودار ہوتی ہیں یا بدبو پیدا کر دیتی ہیں ان سب کو استعمال کرنے سے رسول کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ خود رسول کریم ﷺ اس قدر احتیاط فرمایا کرتے تھے کہ دن میں کئی کئی مرتبہ آپ مسواک کرتے تھے۔ اس میں بھی دراصل یہی حکمت تھی کہ آپ کے مُنہ سے بُو نہ آئے۔ رسول کریم ﷺ سے چونکہ ہر شخص نے بات کرنی ہوتی تھی اور ہر ایک نے آپ سے مسائل پوچھنے ہوتے تھے اس لئے آپ دن میں کئی کئی دفعہ مسواک کیا کرتے تھے تا ایسا نہ ہو کہ آپ کے منہ سے بدبُو آئے اور دوسرے کو تکلیف محسوس ہو۔

صحابہؓ کہتے ہیں آپ دن میں اتنی دفعہ مسواک کیا کرتے تھے کہ ہم سمجھتے مسواک رسول کریم ﷺ کے نزدیک بہترین پسندیدہ چیز ہے پھر یہ شغف آپ کو اس قدر تھا کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس وقت آپ نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی کے ہاتھ میں مسواک ہے۔ اس وقت آپ اچھی طرح بول بھی نہیں سکتے تھے۔ آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا جس کا مطلب

یہ تھا کہ مجھے مسواک دو حضرت عائشہؓ نے مسواک لے کر آپ کو دے دی مگر چونکہ آپ میں اس وقت طاقت نہیں تھی اور آپ مسواک کو چبا نہیں سکتے تھے اس لئے آپ نے پھر اشارہ فرمایا کہ اس کو چبا دو۔ چنانچہ انہوں نے مسواک کو چبا کر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کی اور آپ نے اس وقت بھی مسواک کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں مجھے خوشی ہے کہ رسول کریم ﷺ کی زندگی کے آخری لمحات میں میرا لعابِ دہن آپ کے لعابِ دہن سے ملا۔3

لیکن اس زمانہ میں میرا اندازہ ہے کہ شائد سَو میں سے نوّے آدمیوں کے مُنہ سے بدبُو آتی ہے اور پھر ان نوّے فیصدی لوگوں میں سے بھی ایک کثیر حصہ اس بے وقوفی میں مبتلا ہے کہ وہ سمجھتا ہے شاید بات سننے والا کان کی بجائے ناک سے سنتا ہے۔ ہمارے ملک میں یہ ایک عام رواج ہے۔ خصوصاً ان لوگوں میں جن پر صوفیاء کا اثر چلا آتا ہے کہ وہ بات کرتے وقت بجائے اس کے کان کی طرف مُنہ کریں دوسرے کی ناک کے پاس مُنہ لے جا کر بات شروع کریں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام سنڈاس جو ان کے مُنہ میں بھرا ہوُا ہوتا ہے دوسرے کے ناک میں چلا جاتا ہے۔ مَیں نے ان علاقوں میں یہ مرض بہت دیکھا ہے جو ایک عرصہ سے پیروں کے ماتحت چلے آتے ہیں مثلاً گجرات ہے اس ضلع کے رہنے والے جب بھی بات کرنے لگیں گے دوسرے کے عین ناک کے قریب اپنا مُنہ لے جائیں گے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس سے بات کریں گے۔ مَیں اس ذریعہ سے اپنی جماعت کے لوگوں میں ہمیشہ سے گولیکی اور سدوکی کے رہنے والوں کو پہچان لیتا ہوں۔ جب بھی ان میں سے کوئی مجھ سے بات کرنے لگے مَیں اس سے پوچھ لیتا ہوں کہ آپ گولیکی کے ہیں یا سدوکی کے۔ اور شاید سَو میں سے ایک دفعہ غلطی ہوئی ہو ورنہ ننانوے دفعہ میرا قیاس صحیح ہوتا ہے اوروہ ان دونوں جگہوں میں سے کسی ایک جگہ کے رہنے والے ثابت ہوتے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے سننے کے لئے ناک تو نہیں بنائی خدا نے تو سننے کے لئے کان بنایا ہے۔ پس اگر کوئی شخص اپنے مُنہ کو

صاف نہیں رکھ سکتا تو دوسرے پر اتنا تو رحم کرے کہ بات کرتے وقت اپنا مُنہ اس کے کان کی طرف لے جائے اس کی ناک کے سامنے نہ رکھے۔

غرض یہ عیب مسلمانوں میں شدید طور پر پایا جاتا ہے کہ وہ صفائی کی طرف توجہ نہیں رکھتے اور اجتماع کے مواقع پر بالخصوص رسول کریم ﷺ کی بیان کردہ ہدایات کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ حالانکہ رسول کریم ﷺ نے نہایت لطیف رنگ میں اس مسئلہ کی طرف اپنی امت کو توجہ دلائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں تم جب کسی اجتماع میں شامل ہونے کے لئے آؤ تو کوئی بودار چیز کھا کر نہ آؤ۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ کہ بدبودار چیز کھا کر تو نہ آؤ لیکن خوشبودار چیز کو مُنہ میں سڑا کر اور اسے بدبودار بنا کر مسجد میں بیشک آ جایا کرو۔ اگر کوئی ایسے معنے کرتا ہے تو وہ حد درجہ کا نالائق انسان ہے۔ جب آپ نے فرمایا ہے کہ کچا پیاز اور گندنا وغیرہ کھا کر مسجد میں نہ آؤ تو اسی میں یہ بات بھی آ جاتی ہے کہ اگر کوئی اچھی چیز انسان کھائے اور پھر اپنے مُنہ کو صاف نہ کرے اور اس کی سڑاند مُنہ میں پیدا ہو جائے تو اس صورت میں بھی اسے اجتماع سے دور رہنا چاہئے۔ پھر رسول کریم ﷺ نے اس کی کیا ہی لطیف حکمت بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں بدبودار چیزوں سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اب فرشتہ کوئی جسمانی چیز تو ہے نہیں کہ بدبو سے اسے تکلیف ہو۔ مراد یہی ہے کہ ہر نیک فطرت انسان اس سے اذیت محسوس کرتا ہے اور پاک لوگوں کو اس طرح تکلیف ہوتی ہے اس لئے تم مسجد میں ایسی چیزیں کھا کر نہ آیا کرو جن سے انہیں تکلیف ہو۔ ہاں گندے لوگوں کو بدبو سے بے شک کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ شخص جو چیزوں کو سڑا کر اپنے مُنہ میں رکھتا ہے اور اس کی بُو محسوس نہ کرتا ہو اسے کسی اور کے مُنہ سے کس طرح بُو آ سکتی ہے۔ تکلیف تو اسے ہی ہو گی جو فرشتہ خصلت ہو گا اور پاک صاف رہنے والا ہو گا۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے لئے آؤ تو کپڑے بدل کر آؤ۔ اس کی حکمت تو ظاہر ہی ہے۔ کپڑے کو پسینہ لگتا رہتا ہے اور پسینہ میں چونکہ زہر بھی ہوتی ہے اور بُو بھی۔ پس

اس کا انسان کی اپنی صحت پر بھی برا اثر پڑتا ہے اور دوسروں کو بھی بُو سے اذیت پہنچتی ہے۔ اس لئے رسول کریم ﷺ نے ہدایت دے دی کہ کپڑے بدل کر آیا کرو۔ ہمارے ملک میں عام طور پر لوگ نہانے دھونے کے بہت کم عادی ہیں لیکن عرب میں اس کا بڑا رواج تھا۔ مَیں نہیں جانتا یہ رواج اس وقت ہے یا نہیں مگر حضرت خلیفہؓ اول فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم مکہ میں گئے تھے تو اس وقت تک عرب لوگوں میں یہ رواج تھا کہ رات کے وقت وہ اپنا تمام لباس اُتار کر شب خوابی کا علیحدہ لباس پہن لیتے اور عورتیں روزانہ رات کے وقت دن کے پہنے ہوئے کپڑوں کو دھو لیتیں۔ اس طرح سوتے وقت وہ روزانہ اپنے کپڑوں میں سے پسینہ دھو ڈالتے تھے حالانکہ وہاں پانی کی کمی تھی مگر ہمارے ملک میں بعض امراء تو روزانہ بھی کپڑے بدل لیتے ہیں لیکن بعض دوسرے تیسرے دن بدلتے ہیں اور معمولی حیثیت کے لوگ آٹھویں دن کپڑے بدلتے ہیں اور غرباء کپڑا پہن کر اس کے پھٹنے تک اسے نہیں اتارتے۔ حالانکہ اگر کسی شخص کو صابن سے کپڑے دھونے کی توفیق ہے تو اسے چاہئے کہ صابن سے کپڑے دھو لیا کرے اور اگر کسی کو صابن خریدنے کی توفیق نہیں تو وہ یہ تو کر سکتا ہے کہ رات کے وقت کپڑوں کو پانی میں ڈال دے اور صبح انہیں اچھی طرح مل کر اور نچوڑ کر دھوپ میں لٹکا دے۔ اس طرح چاہے وہ کپڑا سفید نہ ہو مگر پسینہ جو ضرر رساں چیز ہے اور اس کی بُو جو دوسروں کے لئے اور خود اس کے لئے اذیت کا موجب بنتی ہے وہ اور دوسرے لوگ اس سے محفوظ ہو جائیں گے۔ مَیں نے بتایا ہے کہ عرب میں کم سے کم اس وقت تک یہ رواج ضرور تھا جب حضرت خلیفہؓ اول حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے تھے اور پھر پڑھنے کے لئے وہیں ٹھہر گئے۔ ممکن ہے یہ رواج اب بھی ہو کیونکہ قومی رواج جلدی نہیں مٹ جایا کرتے۔ لیکن اگر اب مغربی اثر کے ماتحت اس میں کمی آ گئی ہو تو پھر بھی کچھ نہ کچھ رواج اہل عرب میں ضرور ہو گا۔ بہرحال اسلام نے جسم اور کپڑوں کی صفائی کے متعلق جو احکام دیئے ہیں وہ معمولی نہیں مگر کتنے ہیں جو ان پر غور کرتے ہیں،

کتنے ہیں جو لباس کو صاف رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، کتنے ہیں جو اپنے مونہوں کو صاف رکھتے ہیں، کتنے ہیں جو پسینہ وغیرہ کی بو اور دوسری بدبو دار چیزوں سے مسجد کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں؟ مَیں نے ایک دفعہ جماعت کو مساجد میں صفائی رکھنے کی طرف توجہ دلائی تو بعض لوگوں نے میری تحریک پر یہ کام شروع کر دیا اور مسجد کی صفائی کا وہ خیال رکھنے لگے۔ چنانچہ مدرسہ احمدیہ کے طالب علم بھی اس صفائی میں حصہ لیا کرتے تھے مگر کچھ عرصہ کے بعد یہ بات جاتی رہی حالانکہ مساجد کو صاف رکھنے کا رسول کریم ﷺ نے خاص طور پر حکم دیا ہے۔ کیونکہ جو مذہب اجتماع پر اپنی بنیاد رکھتا ہو اور مدنیت سے اس کے کثیر احکام کا تعلق ہو وہ جب تک یہ خیال نہ رکھے کہ اجتماع کے موقعوں پر حفظانِ صحت کے خلاف کوئی بات نہ ہو اس وقت تک وہ اپنی جماعت کو کبھی ترقی کی طرف نہیں لے جا سکتا۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی کو طاعون نکل آئے تو وہ اپنی جگہ سے نکل کر کسی اور جگہ نہ جائے اور نہ باہر والے وہاں جائیں۔4 اس طرح اسلام نے طاعونی ضرر سے لوگوں کو بچانے کی کوشش کی ہے۔ غرض جو چیزیں صحت پر بُرا اثر ڈالنے والی ہیں ان سب سے اسلام نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ مثلاً اسلام نے بتایا ہے کہ ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اب اگر یہ مسئلہ نہ ہوتا اور ایک اصول قائم نہ کر دیا جاتا تو کئی لوگ مسجدوں میں آتے اور ہوائیں خارج کرتے رہتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ بدبو سے لوگوں کا دماغ خراب ہو جاتا۔ پس اس میں بھی اسلام نے حکمت رکھی ہے۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا یا بلغم پھینکنا گناہ ہے۔5 اور اگر کوئی شخص تھوک دے یا بلغم پھینکے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اس تھوک کو اٹھا کر زمین میں دفن کرے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ مسجد ایک ایسی جگہ ہے جہاں سب مسلمانوں نے اکٹھا ہونا ہوتا ہے اگر تھوک یا بلغم پڑا ہو تو لوگوں کو تکلیف ہو۔ نمازیں پڑھنی ہوتی ہیں ایسی صورت میں نمازیوں کو جو تکلیف پیش آ سکتی تھی وہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ مسجد میں

تھوکنے کی عادت تو مسلمان اب چھوڑ بیٹھے ہیں لیکن مسجد میں بے احتیاطی سے کھانا کھانے کی عادت ابھی ان میں سے نہیں گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سالن گر جاتا ہے اور پھر اس سالن پر یا دال پر مکھیاں بیٹھتیں اور بُو پیدا ہوتی ہے۔ حالانکہ اگر وہ اس بات کو سمجھتے کہ مسجد میں تھوکنے کو رسول کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے تو وہ مسجد میں دال وغیرہ گرا کر تھوک سے بھی زیادہ غلاظت نہ پھیلاتے۔ تھوک بیشک ایک کراہت کی چیز ہے مگر اس کی سڑاند بعد میں قائم نہیں رہتی لیکن سالن اور دال وغیرہ جب مسجد میں گر جائے تو چونکہ ان چیزوں میں گھی ہوتا ہے اس لئے اس کی سڑاند بعد میں بڑھتی رہتی ہے۔ مگر لوگ تھوک تو مسجد میں نہیں پھینکتے اور دال یا سالن گرا کر اس سے بہت زیادہ سڑاند پیدا کر دیتے ہیں۔ مسجد میں بے شک کھانا کھانا منع نہیں مگر اتنی احتیاط تو ضرور کر لینی چاہئے کہ انسان کھاتے وقت کوئی کپڑا بچھا لے اور پھر احتیاط سے کھائے تا کہ مسجد میں چیونٹیاں اور مکھیاں اکٹھی نہ ہوں اور نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ غرض مساجد کو صاف رکھنا اور اپنے کپڑوں کو صاف کر کے اور عطر وغیرہ لگا کر اجتماع میں شامل ہونا کیا بلحاظ ایک مذہبی حکم کے اور کیا بلحاظ دوسرے لوگوں پر اس کے اثرات کے ایک نہایت ضروری مسئلہ ہے اور اس کا صحت پر شدید اثر پڑتا ہے۔

مجھے، جیسا کہ قریب بیٹھنے والے دوستوں کو معلوم ہے آج اس مضمون کی اس طرح تحریک پیدا ہوئی کہ جب میں مسجد میں پہنچا تو چونکہ سائبان لگا ہوًا تھا لیکن مشرق کی طرف سے زمین کی طرف جھک گیا تھا اور کھڑکیاں بند تھیں اس لئے لوگوں کے سانسوں کی وجہ سے اس قدر شدید بُو پیدا ہو چکی تھی کہ جیسے برسات میں گھر کے اندر گیلے کپڑے پڑے ہوئے ہوں اور منبر پر کھڑے ہوتے ہی میرے سر میں درد شروع ہو گیا حالانکہ احکام شریعت کے ماتحت میرے آنے سے پہلے ہی دوستوں کو فوراً اس کا انسداد کرنا چاہئے تھا۔ آخر ہر ایک کو خدا تعالیٰ نے ناک دی ہے اور ہر ایک کو یہ مسئلہ بھی معلوم ہے۔ آج دھوپ نہیں تھی اس لئے

فوراً سائبان کو اتروا دینا چاہئے تھا اور کھڑکیوں کو ہوا کی آمد و رفت کے لئے کھول دینا چاہئے تھا مگر ہمارے ملک کے لوگوں کو چونکہ عادت نہیں خوشبو کے استعمال کی اور چونکہ انہیں عادت نہیں بُو سے بچنے کی اس لئے بہتوں کو شاید اس بُو کا پتہ بھی نہیں لگا ہو گا حالانکہ انسانی سانس اتنا زہریلا ہوتا ہے کہ اگر دو آدمی اکٹھے لحاف میں مُنہ ڈال کر سوئیں تو دونوں بیمار ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اکیلا آدمی اگر لحاف میں مُنہ ڈال کر سوئے تو اپنے سانس کی زہر سے ہی وہ بیمار ہو جاتا ہے جن لوگوں کو دائمی نزلہ ہوتا ہے وہ بالعموم وہی لوگ ہوتے ہیں جو لحاف میں سر چھپا کر سونے کے عادی ہوتے ہیں۔ جو لوگ لحاف سے سر نکال کر سوتے ہیں یا کم سے کم ناک کا حصہ ننگا رکھتے ہیں انہیں نزلہ کی دائمی شکایت بہت کم ہوتی ہے مگر تعجب ہے یہ ہزاروں آدمیوں کا مجمع اس طرح بیٹھا تھا گویا لحاف میں اس نے اپنا مُنہ چھپا رکھا تھا۔ اور سب کے سانسوں سے شدید بدبو پیدا ہو گئی تھی۔ اگر اس بارہ میں احتیاط سے کام نہ لیا جائے تو کمزور آدمیوں کی صحت پر بہت برا اثر پڑ سکتا ہے۔ پھر مساجد میں بیماروں نے بھی آنا ہوتا ہے انہی لوگوں میں وہ بھی ہوتے ہیں جنہیں نزلہ کی شکایت ہوتی ہے اور شاید بعض ایسے لوگ بھی ہوں جنہیں سل کی شکایت ہو۔ ایسی حالت میں سائبان کو ایک برقع کی طرح اوڑھ کر بیٹھ رہنے اور تنفس کی بدبو سے نہ بچنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلول کا سانس تندرستوں کے سینہ میں جائے اور انہیں بھی بیمار کر دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ نقص اسی وجہ سے ہے کہ لوگوں نے عام طور پر یہ سمجھ لیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی بعض باتیں معمولی ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ رسول کریم ﷺ کی کوئی بات معمولی نہیں، سب کے اندر فوائد ہیں، سب کے اندر حکمتیں ہیں اور سب کے اندر اغراض اور مقاصد ہیں۔ ایک چھوٹے سے چھوٹا حکم بھی رسول کریم ﷺ نے بے وجہ اور بغیر حکمت کے بیان نہیں فرمایا۔

ہمیں دوسرے مذاہب پر جو فوقیت اور افضلیت حاصل ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کتاب دی ہے وہ پُر حکمت ہے اور جو رسول ہماری رہنمائی

کے لئے اس نے بھیجا وہ بھی پُر حکمت ہے۔ پس ہمارے پاس جو کتاب ہے اس میں کوئی بات ایسی نہیں جس کے متعلق ہم کہہ سکیں کہ ہم اسے کیوں کریں یا کیوں نہ کریں۔ اسی طرح ہمارے رسول نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں کوئی بات بھی ایسی نہیں جس کے متعلق ہم کہہ سکیں کہ چونکہ رسول کریم ﷺ نے ایسا فرما دیا ہے اس لئے ہم کرتے ہیں ورنہ اس میں حکمت کوئی نہیں۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات سے لے کر بڑی سے بڑی بات تک پُر حکمت ہے۔ بیشک بعض باتوں کی حکمت ایک وقت سمجھ میں نہ آئے مگر دوسرے وقت اس کی حکمت ضرور سمجھ میں آجاتی ہے۔ پس قرآن اور رسول کریم ﷺ کی کوئی بات بھی حکمت سے خالی نہیں ہر بات ہمارے فائدہ کے لئے ہے اور ہر حکم ہماری ترقی کے لئے دیا گیا ہے۔

دوستوں کو چاہئے کہ اخلاقی اور روحانی ترقی کے لئے رسول کریم ﷺ کے احکام کی طرف زیادہ توجہ کریں اور ہمیشہ ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ میں نے شروع خطبہ میں فرقۂ اہلحدیث کا ذکر کیا ہے۔ مگر مَیں نے یہ نہیں کہا کہ تم اہلحدیث کی طرح بن جاؤ۔ وہ خشک لوگ ہیں انہوں نے رسول کریم ﷺ کی باتوں کی حکمتوں کو نہیں سمجھا مگر تم رسول کریم ﷺ کے ہر حکم کی حکمت کو سمجھو اور اس پُر حکمت کلام کو سمجھ کر اس پر عمل کرو۔ رسول کریم ﷺ کے پُرحکمت کلام کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ بنی نوع انسان کی ہر ضرورت کو پورا کرتا ہے مگر اہلحدیث سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے جب دو حدیثوں کو بظاہر آپس میں متضاد دیکھا تو کہہ دیا کہ فلاں حدیث ضعیف ہے اور فلاں قوی۔ حالانکہ بسا اوقات وہ دونوں صحیح ہوتی ہیں البتہ دونوں کے مواقع مختلف ہوتے ہیں۔ جیسے مشہور ہے کہ کوئی مالدار شخص حد سے زیادہ موٹا ہو گیا۔ اس نے دور دور تک اپنے آدمی بھجوائے ہوئے تھے اور انہیں ہدایت دی تھی کہ کھانے کی جو بھی اچھی چیز نظر آئے وہ فوراً مجھے بھجوا دیا کرو۔ کروڑ پتی آدمی تھا اور جب کسی کا شغل ہی یہ ہو کہ ہر وقت چاروں طرف اس کے گماشتے پھرتے رہیں اور کھانے کے لئے عمدہ سے عمدہ چیزیں بھجواتے رہیں تو

خود ہی سمجھ لو کہ کھا کھا کر اس کی کیا کیفیت ہو گئی ہو گی۔ وہ مالدار آدمی بھی آخر اتنا موٹا ہو گیا کہ چلنا پھرنا اور زندگی کے دن گذارنا اس کے لئے مشکل ہو گیا۔ وہ اپنے علاج کے لئے ایک ڈاکٹر کے پاس گیا اس نے کہا میرا مشورہ آپ کو یہ ہے کہ آپ فلاں ڈاکٹر کے پاس جائیں وہ بڑے مشہور آدمی ہیں اور علاج میں اچھی مہارت رکھتے ہیں میرے علاج سے آپ کو فائدہ نہیں ہو گا۔ آپ اگر صحت چاہتے ہیں تو اسی کے پاس جایئے۔ چنانچہ وہ اس ڈاکٹر کے شہر کی طرف گیا اور وہاں پہنچ کر بمشکل دو نوکروں کا سہارا لیتا اور قدم بقدم چلتا ہوا وہ اس ڈاکٹر کے پاس پہنچا اور اس نے دیکھا کہ ڈاکٹر نے دستر خوان بچھایا ہوا ہے اور مریضوں کو پاس بٹھا کر انہیں کہہ رہا ہے کہ یہ بھی کھاؤ اور وہ بھی کھاؤ۔ کسی سے کہتا ہے کہ تمہیں یہ شوربہ کی پیالی ضرور پینی پڑے گی دوسرے سے کہتا کہ تیتر کی ٹانگیں تم نے چھوڑ دی ہیں یہ بھی کھا کر اٹھو، کسی سے کہتا کہ یہ کباب تمہیں ضرور کھانے پڑیں گے اور کسی سے کہتا کہ جب تک انڈے نہ کھا لو میں تمہیں اٹھنے نہیں دوں گا۔ وہ امیر یہ دیکھ کر بڑا خوش ہوا اور کہنے لگا وہ کیسے بیوقوف ڈاکٹر تھے جو مجھے فاقہ کرنے کی نصیحت کرتے تھے۔ علاج تو یہ ہے کہ زور دے کر مریض کو اچھی چیزیں کھلائی جائیں۔ غرض جب ڈاکٹر انہیں کھلا کر فارغ ہو گیا تو یہ پیش ہوا۔ اس نے کہا میں آپ کا علاج کرنے کے لئے تو تیار ہوں مگر شرط یہ ہے کہ ایک مہینہ کے لئے آپ اپنے نوکر واپس بھجوا دیں اور جس طرح میں کہوں اس طرح عمل کریں۔ وہ کہنے لگا ڈاکٹر صاحب مَیں آپ کے مزاج کو سمجھ گیا ہوں اور مجھے نوکروں کو واپس بھجوا دینے میں کوئی عذر نہیں۔ اس نے خیال کیا کہ میں اگر دو مرغ کھانے کے لئے مانگوں گا تو یہ تین مرغ دے گا اور اگر میں چار انڈے مانگوں گا تو یہ چھ دے گا۔ غرض اس نے خوشی خوشی نوکر واپس بھجوا دیئے اور انہیں کہہ دیا کہ فلاں تاریخ آ جانا۔ جب نوکر چلے گئے تو اس ڈاکٹر نے پہلے دن تو اسے خوب اچھا کھانا کھلایا اور وہ بڑا خوش رہا۔ مگر دوسرے دن صبح کے وقت اس نے ایک سوکھا ٹوسٹ چائے کے ساتھ اپنے نوکر کے ذریعہ

بھجوا دیا۔ وہ کہنے لگا پاگل ہوئے ہو یہ تو میرے ملازم بھی نہیں کھاتے۔ اس نے کہا ڈاکٹر صاحب نے آپ کے لئے یہی کچھ بھجوایا ہے۔ خیر تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر آیا تو اس سے کہنے لگا۔ ڈاکٹر صاحب آپ نے یہ میرے لئے کیا بھجوا دیا؟ اس نے کہا صاحب گھبرائیے نہیں اور یہی کھا لیجئے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا ابھی تو پہلا دن ہے۔ خیر اس نے وہ ٹوسٹ کھایا اور پھر ڈاکٹر اسے اپنے ساتھ ایک کمرہ میں لے گیااور کھڑا کر کے جلدی سے باہر نکل کر دروازہ بند کر لیا وہ کمرہ جس میں اس نے اسے کھڑا کیا حمام تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں حمام گرم ہونے لگا اور اس نے اپنے پاؤں اٹھانے شروع کر دیئے۔ کبھی ایک پاؤں اٹھاتا اور کبھی دوسرا اور جب فرش بہت زیادہ گرم ہو گیا تو بے اختیار اچھلنے کُودنے لگ گیا اور آخر تھک کر اور نڈھال ہو کر فرش پر گر گیا۔ ڈاکٹر نے دروازہ کھولا اور اسے باہر نکال دیا۔ وہ گالیاں دینے لگ گیا کہ مجھے تم نے مار ڈالا ہے۔ مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی اور وہ روزانہ ایک طرف اسے فاقہ سے رکھتا اور دوسری طرف حمام میں کھڑا کر دیتا اور وہ خوب اُچھلتا کُودتا۔ مہینہ ختم ہوا اور اس کے نوکر آئے تو وہ بغیر اجازت لئے ان کے ساتھ چلا گیا اور سیدھا اس ڈاکٹر کے پاس پہنچا جس نے اسے اس ڈاکٹر کے پاس آنے کا مشورہ دیا تھا اور کہا کہ تُو نے مجھ سے بڑا فریب کیا جو ایسے ظالم قصاب کے پاس مجھے بھیج دیا۔ وہ بھی کوئی ڈاکٹر ہے وہ تو سخت دھوکے باز انسان ہے۔ اس نے پہلے میرے نوکر نکلوا دیئے اور پھر مجھے فاقوں پر فاقے دینے شروع کر دیئے۔ خیر وہ سنتا رہا سنتا رہا جب اس کا غصہ کسی قدر ٹھنڈا ہوا تو اس نے کہا کہ بجائے اس کے کہ میں آپ کو کوئی جواب دوں آپ شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر ذرا اپنی شکل تو دیکھ لیں اس نے شکل دیکھی تو نظر آیا کہ چہرے پر رونق آئی ہوئی ہے اور جس قدر نحوست تھی سب جاتی رہی ہے۔ نہ پہلے کی طرح کلّے لٹک رہے ہیں اور نہ جسم بھدّا اور بھاری ہے۔ جب وہ آئینہ دیکھ چکا تو ڈاکٹر اسے کہنے لگا۔ مجھے بڑا افسوس ہے کہ آپ جلدی چلے آئے اگر آپ ایک مہینہ اور ٹھہر جاتے تو آپ کی صحت بالکل درست ہو جاتی۔

وہ کہنے لگا یہ تو بتاؤ کہ اس نے یہ کیوں کیا کہ وہ بعض کو تو زور دے کر کھانا کھلاتا تھا اور مجھے اس نے فاقے دینے شروع کر دیئے۔ وہ ڈاکٹر کہنے لگا جن کو وہ زور دے کر کھانا کھلاتا تھا وہ غرباء تھے اور ان کی بیماریاں ان کی فاقہ کشی کی وجہ سے پیدا ہوئی تھیں مگر آپ کی بیماری زیادہ کھانے کا نتیجہ تھی اس لئے اس نے آپ کا علاج تو فاقہ سے کیا اور ان کا علاج کھانا کھلا کر کیا۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ کے تمام احکام حکمت پر مبنی ہیں۔ نادان اور بے وقوف انسان سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی باتوں کی وجہ سے حدیثوں میں اختلاف ہو گیا اور اس وجہ سے وہ کسی کو ضعیف اور کسی کو حَسَن قرار دیتے ہیں اور وہ یہ نہیں جانتے کہ دونوں ہی رسول کریم ﷺ کے قول ہیں۔ البتہ وہ دو مختلف حالات کے لئے ہیں ایک ہی حالت کے لئے نہیں۔ مسلمانوں نے اسی نادانی کی وجہ سے ایک دوسرے کے سر پھوڑے ہیں کہ الامان۔ محض اس بناء پر یہ کہ فلاں سینہ پر ہاتھ باندھتا ہے ناف کے نیچے نہیں باندھتا یا ناف کے نیچے باندھتا ہے اور سینہ پر نہیں باندھتا۔ اسی طرح انہوں نے ایک دوسرے کی انگلیاں توڑی ہیں محض اس بات پر کہ بعض لوگ رفع یَدَیْنِ کیوں کرتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں میں آمین بالجہر کہنے پر لڑائیاں ہوئیں اور علماء میں ان مسائل پر بڑی بڑی بحثیں ہوئیں اور ان بحثوں میں انہوں نے چار پانچ سو سال ضائع کر دیئے کہ وہ حدیثیں صحیح ہیں جن میں رفع یَدَیْنِ کا حکم آتا ہے یا وہ حدیثیں صحیح ہیں جن میں رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔ اسی طرح علماء نے اپنی قلمیں گھِسا دیں، دواتوں کی سیاہیاں خشک کر دیں اور اپنی عمریں برباد کر دیں محض اس بات پر کہ آمِیْن بِالْجَہْر کہنی چاہئے یا آمِیْن بِالسِّرّ۔ پھر انہوں نے اپنے اوقات اور اپنے اموال سینکڑوں سال تک اس جھگڑے میں ضائع کر دیئے کہ نماز پڑھتے وقت ہاتھ اوپر باندھنے چاہئیں یا نیچے۔ پھر کس طرح انہوں نے صدیوں تک اس لغو بحث کو جاری رکھا کہ تشہّد کے وقت انگلی اٹھانی چاہئے یا نہیں اٹھانی چاہئے۔

یہ ساری بحثیں ایسی ہی تھیں جیسے مثنوی رومی والے لکھتے ہیں کہ چار فقیر تھے

انہوں نے کسی سے خیرات مانگی تو اس نے ایک پیسہ دے دیا اور کہا کہ چاروں مل کر کوئی چیز کھا لو۔ اب ایک نے کہا میں تو انگور کھاؤں گا ، دوسرا کہنے لگا کہ میں تو داکھ کھاؤں گا، تیسرا کہنے لگا کہ میری خواہش تو عِنَب کھانے کی ہے اور چوتھا ترکی تھا اس نے اپنی زبان میں کوئی انہی الفاظ کے ہم معنی لفظ کہا اورکہا کہ میری تو خواہش وہ چیز کھانے کی ہے۔ اب چاروں آپس میں لڑنے لگ گئے ایک کہے کہ دو گھنٹے مانگ مانگ کر ایک پیسہ ملا ہے اس سے تو میں انگور ہی کھاؤں گا، دوسرے نے کہا میں تو عِنَب کھاؤں گا تیسرے نے داکھ پر زور دیا اور چوتھے نے اپنی زبان کا کوئی لفظ استعمال کیا۔ آخر وہاں سے کوئی زبان دان گزرا اور اس نے ان چاروں کو جو لڑتے دیکھا تو ٹھہر گیا اور پوچھا کہ کیوں لڑ رہے ہو۔ انہوں نے بتایا کہ ہماری لڑائی کی یہ وجہ ہے۔ اس نے کہا پیسہ تم مجھے دے دو میں تم سب کے لئے ایک ایسی چیز لاؤں گا جس سے تم سب خوش ہو جاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے اسے پیسہ دے دیا اور وہ انگور لے آیا۔ عنب مانگنے والا کہنے لگا یہی میرا مطلب تھا۔ داکھ چاہنے والا کہہ اٹھا یہی تو میں مانگتا تھا اورترکی کہنے لگا میری بھی یہی خواہش تھی۔ غرض چاروں خوش ہو گئے اور ان کی لڑائی ختم ہو گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ان جھگڑوں کو ایسا مٹایا ہے کہ اب کسی احمدی کے دل میں خیال بھی نہیں آتا کہ آمین بالجہر کہنی چاہئے یا آمین بِالسِّرّ، ہاتھ اوپر باندھنے چاہئیں یا نیچے ،رفع یَدَیْن کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے۔ آپ نے ایک اصول لوگوں کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ بھی ٹھیک ہے اوروہ بھی ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام سے ایک دفعہ کسی نے ان مسائل کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے انبیاء حکمت سے کلام کیا کرتے ہیں۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی طبائع میں جوش ہوتا ہے۔ ان کا جوش جب تک نکلتا نہ رہے ان میں استقلال پیدا نہیں ہو سکتا اور کئی لوگ خاموش طبیعت ہوتے ہیں وہ اگر اظہارِ جذبات کرنے لگ جائیں تو ان کا جوش مدھم پڑ جاتا ہے۔

اس لئے دونوں قسم کی طبائع کو مدنظر رکھ کر رسول کریم ﷺ نے دو مختلف احکام دے دیئے۔ وہ لوگ جو اپنی طبیعت میں جوش رکھتے ہیں وہ آمین بِالجہر کہہ لیا کریں اور جو خاموش طبیعت ہیں ان کے لئے شریعت نے دل میں ہی آمین کہہ لینے کا دروازہ کھول دیا۔ اسی طرح بعض لوگ حرکات سے اظہار عقیدت میں زیادہ لذت محسوس کرتے ہیں ان کے لئے شریعت نے رفع یَدَیْن کا حکم رکھ دیا مگر بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں جنہیں حرکات کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ سکون کی ضرورت ہوتی ہے ان کے لئے شریعت نے رفع یَدَیْن کی صورت کو اڑا دیا۔ اسی طرح ہاتھ باندھنا ہے کوئی شخص سپاہیانہ طبیعت رکھنے والا ہوتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ہاتھ اونچے باندھے۔ اس کے لئے شریعت نے نماز میں ہاتھ اونچے باندھنے کا مسئلہ رکھ دیا اور کوئی ایسا ہوتا ہے جو بڈھا اور بیمار ہوتا ہے اس کے ہاتھ اوپر اٹھتے ہی نہیں اور خود بخود نیچے ڈھلک جاتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے شریعت نے یہ آسانی رکھ دی کہ وہ نیچے ہاتھ باندھ لیا کریں۔ غرض رسول کریم ﷺ نے دونوں طبائع کا خیال رکھ لیا اور ہر ایک کے حسب حال حکم دے دیا۔ مجھے ایک دفعہ ان معنوں کا بڑا لُطف آیا۔ میں بیمار تھا اور نماز پڑھ رہا تھا کہ یکدم مجھے محسوس ہوا کہ ضعف کی وجہ سے میں نے ہاتھ نیچے باندھے ہوئے ہیں۔ اُس وقت مجھے خیال آیا کہ شریعت کی یہ اجازت دراصل اسی لئے ہے کہ ہر طبیعت کا آدمی فائدہ اٹھا سکے۔ ایک بیمار آدمی جو ہاتھ اوپر باندھ ہی نہیں سکتا اس سے شریعت یہ کس طرح مطالبہ کر سکتی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ ضرور اوپر باندھے۔ پس بیمار اور کمزور یا سکون رکھنے والی طبیعت کے انسان کے لئے ہاتھ نیچے باندھنے کی رسول کریم ﷺ نے اجازت دے دی مگر جو ہمت والا اور قوّی اور تندرست ہے اور سپاہیانہ روح اپنے اندر رکھتا ہے اس کے لئے ہاتھ اوپر باندھنے کا حکم دے دیا۔ اس طرح ایک ہی کلمہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام جھگڑے طے کر دیئے اور ان نادانوں کو جو رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث کو ضعیف اور دوسری کو قوی قرار دیتے تھے بتا دیا کہ دونوں حدیثیں ہی قوی ہیں البتہ

تم ان کا مفہوم سمجھنے میں ضعیف ہو۔ غرض رسول کریم ﷺ کے کلام پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کے فائدے کے لئے ہیں، ہر زمانہ کے لئے ہیں اور ہر حالت کے لئے ہیں اور ان میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں۔ ان حکمتوں کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی لوگ ان بحثوں میں پڑ جاتے ہیں کہ فلاں حدیث ضعیف ہے اور فلاں قوی۔ حدیثوں میں سے بعض ضعیف بھی ہوتی ہیں مگر وہی حدیثیں ضعیف ہوتی ہیں جو اصول دین یا اصول اخلاق کے خلاف ہوں۔ ان حدیثوں کو ضعیف قرار دینا جو ایک ہی وقت میں قابل عمل ہوں حماقت اور نادانی ہے اور اہل حدیث اس حماقت میں سب سے زیادہ گرفتار ہیں۔ جتنا زیادہ وہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں اتنا ہی انہوں نے رسول کریم ﷺ کے جائز اور درست کلام پر جرح کی ہے اور انہوں نے رسول کریم ﷺ کے جائز، درست، صحیح اور پُر حکمت کلام کو ضعیف قرار دے کر رسول کریم ﷺ کے کلام کے ایک ٹکڑہ کو بالکل باطل کر دیا ہے۔ اتنے حصہ میں میرے نزدیک حنفی ان سے بہت زیادہ بہتر ہیں۔ انہوں نے یہ اصول قرار دے دیا ہے کہ قرآن مقدم ہے اور حدیث موئخر۔ اس وجہ سے جن حدیثوں کو اہل حدیث کمزور کہتے ہیں ان کو بھی انہوں نے صحیح قرار دے دیا۔ ہاں ان سے غلطی یہ ہوئی کہ اہل حدیث کی مخالفت میں انہوں نے ان حدیثوں کی طرف زیادہ توجہ دے دی جن کو اہل حدیث کمزور کہتے تھے اور اس طرح اہلحدیث اور حنفی دونوں صحیح راستہ پر قائم نہ رہے۔

پس رسول کریم ﷺ کے کلام کی حکمتوں کو سمجھو ان کا احترام اپنے دل میں پیدا کرو اور کسی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی نظر انداز مت کرو کہ وہ فوائد کے لحاظ سے درحقیقت بہت بڑی ہوتی ہے۔ انہی چھوٹی باتوں سے جن کو لوگ بِالعموم نظر انداز کر دینے کے عادی ہیں مگر ان کے فوائد بہت بڑے ہیں رسول کریم ﷺ کا ایک حکم یہ ہے کہ مساجد کو صاف رکھو اور جب جمعہ کے لئے مسجد میں آؤ تو اپنے کپڑوں کو صاف کر کے آؤ اور اگر ہو سکے تو عطر بھی لگاؤ۔[6]

رسول کریم ﷺ گو ہمیشہ غربت سے گزارہ کیا کرتے تھے مگر آپ عطر کا ضرور استعمال فرمایا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے جب میں حضرت خلیفہ اول سے بخاری پڑھا کرتا تھا تو حضرت خلیفہ اول اپنی سادہ طبیعت اور کام کے غلبہ کی وجہ سے جمعہ کے دن بعض دفعہ انہی کپڑوں میں جو آپ نے پہنے ہوئے ہوتے تھے اُٹھ کر جمعہ کے لئے آ جاتے تھے۔ میں اپنی بغل میں بخاری دبائے کمرہ سے نکل رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا محمود یہ کیا ہے؟ میں نے کہا۔ حضرت مولوی صاحب سے بخاری پڑھنے چلا ہوں۔ دراصل آپ نے ہی مجھے فرمایا تھا کہ محمود قرآن پڑھ لو، بخاری پڑھ لو اور طب بھی پڑھ لو کیونکہ طب ہمارا خاندانی پیشہ ہے یہ تمہارے لئے کافی ہے۔ غرض جب مَیں نے کہا کہ مَیں مولوی صاحب سے بخاری پڑھنے جا رہا ہوں تو آپ نے فرمایا مولوی صاحب سے کہنا۔ یہ حدیث بخاری میں آتی ہے یا نہیں کہ رسول کریم ﷺ جمعہ کے دن نئے کپڑے پہنتے اور خوشبو لگایا کرتے تھے۔ میں نے اِسی طرح جا کر کہہ دیا۔ حضرت خلیفہ اول نے یہ سنا تو ہنس پڑے اور فرمانے لگے ٹھیک ہے آتی تو ہے پر ہم لوگوں سے کچھ سُستی ہی ہو جاتی ہے۔

غرض رسول کریم ﷺ نے جمعہ کے دن صفائی کا خاص طور پر حکم دیا ہے اور اس احتیاط کی وجہ یہی ہے کہ مجمع میں کمزور لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اگر صفائی نہ ہو تو ان کی صحتوں پر برا اثر پڑے اور وہ اور بھی زیادہ کمزور اور بیمار ہو جائیں۔ ممکن ہے کوئی شخص کہہ دے کہ جب حضرت خلیفہ اول نے بھی اس پر عمل نہیں کیا تو ہم اگر عمل نہ کریں تو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ مگر یہ کہنا صحیح نہیں کیونکہ ان کی وجہ اور تھی۔ وہ بہت زیادہ دینی کام میں مشغول رہتے تھے اور جو شخص زیادہ کام کرنے والا ہو اس سے ایسے امور میں بعض دفعہ سُستی ہو ہی جاتی ہے۔ پھر انہوں نے بھی یہ نہیں کہا کہ مَیں جو کچھ کر رہا ہوں ٹھیک کر رہا ہوں۔ بلکہ انہوں نے یہی فرمایا کہ سستی ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر کسی کی اس جواب سے تسلی نہ ہو تو میں

ایسے شخص کی عقل پر تعجب ہی کروں گا جسے رسول کریم ﷺ کی بات سنائی جائے اور وہ کہے کہ حضرت مولوی صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جو کثرت سے کام کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ آپ چونکہ طبیب تھے اس لئے دن کا اکثر حصہ بیماروں کے دیکھنے میں صرف ہو جاتا۔ پھر سارا دن وہ قرآن و حدیث پڑھاتے رہتے تھے اور درس بھی دیتے تھے۔ اس وجہ سے ان سے بعض دفعہ سستی ہو جاتی تھی۔ مگر بہرحال وہ اس قدر محتاط ضرور تھے کہ کپڑوں میں بُو پیدا نہیں ہونے دیتے تھے۔ میں تو ان سے پڑھتا رہا ہوں مجھے یاد نہیں کہ کبھی ان کے کپڑوں میں سے بُو آئی ہو۔ بعض دفعہ بُو پیدا ہونے لگتی تو آپ جھٹ نیا کرتہ منگوا کر بدل لیتے۔ آپ چونکہ طبیب تھے اور جانتے تھے کہ بدبو کا انسانی صحت پر کیا اثر ہوتا ہے اس لئے اس بات کا خیال رکھتے تھے۔ بہرحال رسول کریم ﷺ کا یہ حکم ہے کہ مساجد کو صاف رکھا جائے۔ جمعہ کے موقع پر کپڑے بدلے جائیں اور ہو سکے تو خوشبو لگائی جائے تاکہ جن کے جسم میں کوئی بیماری ہو اور ان کے سانس سے دوسروں کے بیمار ہو جانے کا خطرہ ہو ان کے مقابلہ میں لوگوں کے جسموں اور ان کے کپڑوں میں سے خوشبو آتی رہے اور اس طرح بیماری کا ازالہ ہوتا چلا جائے۔ زمینداروں کو یہ کہنا کہ وہ عطر لگا کر آیا کریں یہ تو ایک ایسا مطالبہ ہے جسے وہ پورا نہیں کر سکتے۔ جنہیں کھانے کے لئے روٹی بھی میسر نہ ہو وہ عطر کس طرح خرید سکتے ہیں۔ ان کے لئے صرف اتنا ہی حکم ہے کہ وہ اپنے کپڑوں کو صاف رکھا کریں۔ ان میں بعض بے شک اچھی حیثیت رکھنے والے ہوتے ہیں ان کے لئے عطر لگانا ضروری ہے اور پھر عطر کوئی ایسی چیز بھی نہیں جو بہت زیادہ خرچ چاہتی ہو۔ پس غرباء کے لئے گو عطر خریدنا مشکل ہو مگر جو آسودہ حال ہیں وہ آسانی سے خرید سکتے ہیں۔ اور پھر عطر کا خرچ بھی بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ ذرا سا انگلی سے اگر لگا لیا جائے تو اتنی خوشبو آنے لگ جاتی ہے جو جمعہ میں آنے کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص عطر خرید ہی نہ سکتا ہو تو اس کے لئے اس بات میں تو کوئی بھی مشکل نہیں کہ وہ کپڑے دھو لیا کرے۔

اسی طرح جو مساجد کے نگران ہیں انہیں بھی میں اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ جمعہ کے دن مسجدوں کی صفائی کرایا کریں اور جیسا کہ رسول کریم ﷺ کی سنت سے ثابت ہے کوئی نہ کوئی خوشبو مسجد میں جلا دینی چاہئے۔7

ہماری انجمن کا لاکھوں کا بجٹ ہوتا ہے پھر کیا ہم چند پیسے خرچ کر کے رسول کریم ﷺ کے ایک حکم کو پورا نہیں کر سکتے۔ایک مسجد میں لوبان اگر جلا دیا جائے تو ایک دھیلے یا پیسے کا کافی ہو سکتا ہے اور ہمارے قادیان کی تمام مساجد میں سارے سال کا خرچ دو تین روپیہ سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ آخر ہماری مالی حالت اتنی تو گری ہوئی نہیں کہ ہم اپنی مسجدوں کے لئے دو تین روپیہ کا سالانہ خرچ بھی برداشت نہ کر سکیں۔ غریب سے غریب زمینداروں کی جماعت بھی یہ خرچ بآسانی پورا کر سکتی ہے۔پندرہ بیس یا تیس چالیس نمازی ہوں تو ذرا سی توجہ سے یہ خرچ پورا ہو سکتا ہے۔صرف اہتمام کی ضرورت ہے اور صرف اس خیال کو اپنے دل میں پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے ہمارے فائدہ کے لئے فرمایا ہے اور اس کا چھوڑنا ہمارے لئے مُضِر ہے۔" (الفضل 18 مارچ 1941ء)

1 ابوداؤد اَبْوَابُ الْجُمُعَةِ باب اَلْاِمَامُ يُكَلِّمُ الرَّجُلَ فِيْ خُطْبَتِهٖ

2 بخاری کتاب الجنائز باب فَضْلُ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ۔ باب مَنْ اِنْتَظَرَ حَتّٰى يُدْفَنَ

3 بخاری کتاب الجمعة باب مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهٖ

4 مسلم کتاب السلام باب الطَّاعُوْن (الخ)

5 بخاری کتاب الصَّلٰوة باب كَفَّارَةُ الْبُزَاقِ فِى الْمَسْجِدِ

6 بخاری کتاب الصلٰوۃ باب اَلدُّهْنُ بِالْجُمُعَةِ

7 ابوداؤد کتاب الصلٰوۃ باب اِتِّخَاذُ الْمَسَاجِدَ فِى الدُّوْرِ